قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام کے دس امتیازی اوصاف وکمالات پر مشتمل ایک خوب صورت تحریر

اسلام کی خصوصیات

تالیف:

محمد شاہ عالم مصباحی

بتعاون

مخیر قوم عالی جناب محمد رستم خان چشتی
منیجر دار العلوم اہل سنت گلشن رضا، نبی نگر، گونڈہ

ناشر: دار العلوم اہل سنت انوار الرضا، گوراچوکی، گونڈہ

تہدیہ

ولی کامل

حضور الشاہ منشی بابا

علیہ الرحمۃ والرضوان

و

جملہ اکابرین اہل سنت

کے نام

ان موقر اساتذہ کرام کے نام
جن کی آغوش تربیت نے اس قابل بنایا،

والدین کریمین
والد محترم نعمت اللہ خان والدہ عاشقہ بتول نسیم النساء کے نام
جنھوں نے اپنی بے پناہ الفت و محبت سے اس لائق بنایا
اور اپنی آرزؤں کو قربان کر کے میرے ہر اخراجات کو پورا کیا۔

رفقاے غم و خوشی مولانا مشاہد رضا مصباحی،
مولانا صادق علی مصباحی، مولانا افروز مصباحی
مولانا عبد الرحیم مصباحی

اللہ تعالی اپنے حبیب سرور کونین ﷺ کے طفیل
ان کی عمر دراز فرما کر سعادت دارین سے سرفراز فرمائے۔

دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا کا مختصر تعارف

از: حضرت علامہ مولانا مشاہد رضا مصباحی
استاذ دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا گوراچوکی گونڈہ

دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا گوراچوکی مشرقی اترپردیش کی ایک قدیم ترین اور مرکزی درسگاہ ہے، جو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ کے نامی اسم گرامی سے موسوم و منسوب ہے اسی نسبت کی برکت ہے کہ یہ دارالعلوم بڑی سرعت کے ساتھ عروج وارتقا کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا دینی وعلمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں جس نے بفضلہ تعالیٰ دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کے حوالے سے ملک میں اپنا نام روشن کیا اور پورے علاقہ میں ایک باوقار اور منظم ادارے کی حیثیت سے عوام وخوص میں مشہور و معروف ہے یہی وجہ ہے کہ ملک کے طول وعرض کے مختلف صوبوں سے تشنگان علوم نبویہ یہاں آتے ہیں اور اپنی علمی سیرابی حاصل کرتے ہیں۔

ادارہ میں عصری اداروں کے طرز پر بہترین نظم ونسق، طلبہ کے لیے درسی کتب کا انتظام، کھلی فضا میں واقع ادارہ کے کشادہ اور ہوادار کمروں میں طلبہ کے لیے قیام کا اعلیٰ انتظام، نصاب تعلیم میں عصری تقاضوں کا اہتمام، قدیم کتابوں کے ساتھ نحو، صرف، انگلش وکمپیوٹر اور دیگر علوم وفنون کی جدید طرز کی کتابوں کی نصاب میں شمولیت کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیم پر خصوصی توجہ کی جاتی ہے۔ انوارالرضا ایک دینی وعلمی واصلاحی تنظیم کا نام ہے، اور فرسودہ نظام تعلیم کے بجائے، دینی وعصری مقتضیات کا حسین امتزاج ہے، اور قدیم صالح اور

جدید نافع کا خوبصورت سنگم ہے ،ادارہ کا اپنا ایک آفاقی ہدف ہے کہ اس کے فارغین جہاں علوم دینیہ کے ماہر ہوں وہیں علوم عصریہ کے جانکار بھی ہوں، یہ ادارہ اپنے دامن میں اساتذہ کرام کی ایسی ٹیم لیے ہوے ہے جونہایت باذوق باصلاحیت عزم وحوصلہ سے لبریز قوم وملت دین ومذہب کے لیے کچھ کرگزرنے کا جزبہ اور تڑپتا دل رکھتے ہیں ۔ ایسا نظام اکمل واحسن کیوں نہ ہو جب کی اس کی صدارت ایک ایسے عالم دین کے ذمہ ہے جو بجاے خود ملت اسلامیہ کے لیے ایک گراں قدر سرمایہ ہیں،حسن تدبر وتفکر، بلند خیالی اور آفاقی ذہنیت کے حامل ہیں ،اس دارالعلوم کے قیام کا بنیادی مقصد تعلیم کا فروغ اور قوم ملت کی صلاح وفلاح ہے تاکہ معاشرہ سے نیک وصالح افرادوجود میں آئیں جو دین وسنیت اور مسلک اعلی حضرت کے حقیقی معنی میں داعی وپاسبان ہوں،اور ملت اسلامیہ کے دینی تشخص اور زندگی کے صالح تصور کو بچائیں اور اس سے ایسے علما تیار کیے جائیں جو حالات وزمانہ کے بدلتے ہوے انداز کو سامنے رکھتے ہوے امت مسلمہ کی مذہبی خصوصیت کی بقا کے لیے ضروری اور مناسب حد تک جدوجہد کریں تاکہ قوم مسلم اسلام کی تعلیمات سے محروم نہ ہوں، بلکہ ان کو ایسی رہنمائی ملے جس سے وہ زندگی کو اسلامی اقدار کے مطابق استور کرر سکیں ۔

اس ادارہ کے قیام کا پس منظر یہ ہے کہ یہاں مضافات میں دیوبندی، وہابی اور دیگر فرقہ ہاے ضالہ کثیر تعداد میں پاے جاتے ہیں اور اکثر اپنے افکار فاسدہ کے ذریعہ سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں ۔ زمانہ ماضی میں ان کے ساتھ علماے اہل سنت کے مناظرے بھی ہوے جن میں ایک تاریخی مناظرہ، شکرولی میں حضور خلیفہ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں حضور مجاہد ملت اور علامہ مشتاق احمد نظامی اور دیگر علماے ذوالاحترام نے شرکت کی اور اہل سنت کو فتح مبین ہوئی، بعدہ گوراچوکی میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں علامہ مشتاق احمد نظامی اور دیگر علماے کرام کی دور رس نگاہوں نے ایک ایسے ادارے کی ضرورت

محسوس کی جو مستقبل میں مسلک اہل سنت کا حقیقی داعی و پاسبان ہو، ان کے باہمی غور و خوض نے جس تحریک کو جنم دیا وہ مرکزی درسگاہ دارلعلوم اہل سنت انوارالرضا ہے۔

یہ ادارہ ابتدا میں مکمل جاہ و سطوت و شان و شوکت کے ساتھ شاہراہ ترقی پر گامزن رہا مگر درمیان میں اراکین کی عدم توجہی کا شکار ہوکر اپنی آن بان کھو بیٹھا۔ مگر جب اس کی باگ ڈور ناشر مسلک اعلی حضرت مخیر قوم و ملت حضرت علامہ الحاج سراج الدین احمد خان نظامی مدظلہ النورانی نے سنبھالی تو مادی وسائل کی سخت کمی کے باوجود اسے از سرے نو منظم کیا اور اپنی جہد مسلسل کے ذریعہ اس مقام تک لائے کہ آج پورے ملک میں ایک مثالی درسگاہ کی حیثیت سے متعارف ہے، حق تو یہ ہے کہ اس چمنستان علم نے چند ہی سالوں میں اپنی عطر بیزیوں سے پورے علاقے کو معطر کر دیا ہے اور حقانیت کا یہ چراغ تیز و تند طوفانوں میں بھی نور افشاں ہے اور علم و معرفت کی یہ شمع باد مخالف کے جھونکوں مین بھی فروزاں ہے۔

تقریظ جلیل

از: عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی الحاج سراج الدین احمد خان نظامی
صدر المدرسین دارالعلوم اہل سنت انوار الرضا گوراچوکی گونڈہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام ایک کامل، پر امن، اور فطری دین ہے جو فطری تقاضوں کی تکمیل کا سرچشمہ ہے اس کے باوجود آج مسلم دشمن طاقتیں اسلام کو بدنام کرنے کی سازشیں کررہی ہیں اور مسلم نوجوانوں کو یہ ذہن دیا جارہا ہے کہ اسلام ایک فرسودہ دین ہے جس میں دور جدید سے ہم آہنگی کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام ایک شدت پسند دین ہے جس میں قتل و خون ریزی کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اسلام تو ایک خشک تالاب ہے جس سے شادابی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ایسی تمام غلط فہمیوں اور اعتراضات کے ازالہ کے لیے اسلام کا صحیح تصور پیش کرنا اور اس کے حقیقی اوصاف و کمالات سے عوام الناس کو روشناش کرانا آج انتہائی ناگزیر ہے۔ بلاشبہ اسلام حسن و جمال سے لبریز ایک سچا دین ہے، لیکن اسلامی تعلیمات سے دوری اور ناواقفیت کے وجہ سے لوگ خاص طور سے مسلم نوجوان غیر مسلموں کے سامنے اپنے دین کا صحیح تعارف پیش نہیں کرپاتے اور حق پر ہونے کے باوجود احساس کمتری کا شکار ہوجاتے ہیں لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں موثر انداز میں خصوصیات اسلام سے متعارف کرائیں۔

زیر نظر کتاب "اسلام کی خصوصیات" میں اسلام کی حقیقت، اس کے فطری

اصول اور اس کے جمالیاتی اوصاف کو آسان اصلوب میں پیش کیا گیا ہے جس سے عوام و خواص اسلام کو صحیح انداز سے سمجھ سکتے ہیں، کیوں کہ یہ موجودہ دور کے ذہنی کشمکش میں مبتلا نسل انسانی کو دیکھ کر لکھا گیا ایک نایاب رسالہ ہے، جو اپنے موضوع پر نہایت گراں قدر ،مدلل اور عالمانہ رسالہ ہے ،زبان و بیان بھی سہل اور شستہ ہے جس کے سبب مطالعہ کرنے والے کے لیے استفادہ بہت آسان ہے اور حجم بھی زیادہ نہیں ہے، کہ ختم کرنا مشکل ہو، کتاب عام فہم ہونے کے باوجود جامع ،پر مغز اور اسم بامسمی ہے، ابتدا سے انتہا تک میں نے اس کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ عزیزم مولانا حافظ محمد شاہ عالم مصباحی سلمہ نے بڑے ہی آسان اسلوب میں اسلامی اصول وضوابط کا جمالیاتی جائزہ پیش کیا ہے، سب سے اہم بات یہ ہے کہ موصوف نے مشاہیر مذاہب کے درمیان حقیقت پسندانہ تجزیہ کرکے اسلام کی خوبیوں کو اجاگر کیا ہے، جس سے نہ صرف خودساختہ نظام تعلیم سے متاثر مسلم نوجوانوں کے ایمان میں مضبوطی اور حلاوت پیدا ہوگی بلکہ غیر مسلموں میں بھی رجوع الی الحق کی راہ ہموار ہوگی ۔امید ہے کہ اہل علم انہیں نگاہ استحسان سے دیکھیں گے اور دعاؤں سے نوازیں گے۔

مولیٰ عزوجل مولانا موصوف کو اس کاوش پر بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے اور مزید دینی وعلمی خدمات کی توفیق سے نوازے۔

دعائیہ کلمات

از: حضرت علامہ مولانا مفتی مسیح الدین خان مصباحی قادری
استاذ دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا گوراچوکی گونڈہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد: زیر نظر رسالہ "اسلام کی خصوصیات" حضرت مولانا محمد شاہ عالم مصباحی سلمہ کی پہلی اور عظیم تصنیف ہے۔ موصوف اس وقت مشرقی اترپردیش کی مشہور و معروف اور مرکزی درسگاہ دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا گوراچوکی گونڈہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی کام بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اسلام کے صحیح اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مولانا موصوف کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور دارین کی نعمتوں سے مالامال فرمائے، اور ان کے اس رسالے کو مقبول فرماکر موصوف کو مزید خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور امراض و علل اور آسیب وبلاؤں سے محفوظ رکھے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

کلمات تحسین

از: حضرت علامہ مولانا مفتی شبیر علی فیضی قادری
استاذ دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا گوراچوکی

عزیزم مولانا حافظ محمد شاہ عالم مصباحی ایک فاضل نوجوان ہیں، جنھوں نے مرکزی درسگاہ دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا گوراچوکی سے حفظ قرآن کی تکمیل کی بعدہ الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارک پور کے چشمہ فیض سے سیرابی حاصل کی۔ اس وقت دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا میں استاذ کی حیثیت سے اپنی صلاحیتوں کے موتی بکھیر رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب "اسلام کی خصوصیات" وقت کے تقاضے کے مطابق اور مناسب ہے، اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں زیادہ لفاظی سے کام نہیں لیا گیا ہے بلکہ اختصار کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں اصل مفہوم کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ قارئین مختصر وقت میں وسیع معلومات حاصل کر سکیں۔

خالق ارض و سما کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ان کو مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آغاز کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحم
نحمدہ ونصلی علی سید الانبیاء و اشرف المرسلین

مذہب اسلام کے ماخذو مصادر دو ہیں، قرآن اور صاحب قرآن، انہیں دو عظیم چیزوں کے حوالے سے ہم مذہب اسلام کی حقانیت اور اس کی خوبیوں کو ثابت کرتے ہیں۔ تو جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ قرآن کریم حق ہے، اللہ تعالی کی کتاب ہے اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ اس کے سچے رسول ہیں، اس وقت تک اسلام کی حقانیت اور اس کی خوبیاں آشکارہ نہیں ہو سکتیں، اس لیے سب سے پہلے ان دونوں کی حقانیت ثابت کرنا ضروری ہے۔

قرآن کریم شروع ہی میں یہ اعلان کررہا ہے "ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ" یہ وہ مقدس کتاب ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں، (there is no place of doubt in the book)، لہذا کسی کو قرآن کے منزل من السماء اور اللہ تعالی کی کتاب ہونے میں کچھ بھی شبہ نہیں ہونا چاہیے اور شک و شبہ کیوں کر کیا جا سکتا ہے جب کہ پورا قرآن معجزہ ہے، ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ اس کی نظیر پیش کرنا انسان کے بس کی بات نہیں پھر بھی اگر کسی کو اس کے کتاب الٰہی ہونے میں

شک ہو، تو قرآن کریم کا اپنے زمانہ نزول چھٹی صدی عیسوی میں بھی اور آج بھی کھلا چیلنج ہے:" وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ وَادۡعُوۡا شُہَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ" (البقرۃ،۲۳)

مفہوم: اگر تمہیں محمد رسول اللہ ﷺ پر اتارے گئے قرآن کے بارے میں شبہ (doubt) ہے کہ یہ اللہ تعالی کی کتاب نہیں ہے، تو اسی کے مثل فصیح و بلیغ ایک سورت بنا کر پیش کرو، اور اس کام میں مدد کے لیے اللہ کے علاوہ اپنے سارے حامیوں کو بلا لو، پھر بھی اگر تم قرآن کی طرح کوئی سورت نہ بنا سکو تو پھر اس کی حقانیت کو تسلیم کر لو ورنہ عذاب نار کے لیے تیار ہو جاؤ، اور یہ بھی جان لو کہ تم اس کی نظیر پیش ہی نہیں کر سکتے کیوں کہ یہ اللہ کا کلام ہے جس کی نظیر (Example) پیش کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

کفار مکہ کا گمان تھا کہ قرآن کریم سید عالم ﷺ نے خود بنا لیا ہے، تو قرآن کریم نے ان کے اس گمان فاسد کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:"وَمَا کَانَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ یُّفۡتَرٰی مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَلٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَتَفۡصِیۡلَ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۷﴾ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّثۡلِہٖ وَ ادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۸﴾"(یونس)

مفہوم: اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنا لے، اسے تو اللہ نے اتارا ہے، یہ بے مثل کلام ہے اسی کے مثل کلام لانے سے ساری مخلوق عاجز ہے، بلا شبہ یہ اللہ کی کتاب ہے جو لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے، اور تورات، زبور، انجیل گزشتہ تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی تصدیق کرتی ہے۔ لہذا کفار مکہ کا یہ کہنا کہ: قرآن محمد رسول اللہ ﷺ نے خود بنا لیا ہے، محض افترا اور جھوٹ ہے۔ اور اگر تم اپنے گمان میں سچے ہو، تو اے کفار مکہ! تم بھی عرب ہو فصاحت و بلاغت کے دعوے دار ہو دنیا میں

کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کے کلام کے مقابل کلام بنانے کو تم ناممکن سمجھتے ہو۔ اگر تمھارے گمان میں قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کا بنایا ہوا ہے، تو اس جیسی ایک سورت بنا کر پیش کرو اور اس سلسلے میں سوا اللہ کے سب کو مدد کے لیے بلا لو۔

اس طرح دگر مقامات پر قرآن نے انکار کرنے والوں کو کھلا چیلنج دیا ہے، مگر تاریخ گواہ ہے چودہ (۱۴) سو سال کا زمانہ گزر گیا، لیکن اب تک کسی سے جواب نہیں بن سکا، اور بحکم خداوندی "لن تفعلوا" قیامت تک قرآن کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔

لہذا یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی کہ بلا شبہ قرآن اللہ تعالی کی کتاب ہے، اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس کی تمام تعلیمات برحق ہیں اور اس پر ایمان رکھنے والے جنت کی ابدی نعمتوں سے بہراور ہوں گے اور جو اس کا انکار کرے گا، آخرت میں خائب و خاسر اور عذاب نار میں گرفتار ہو گا۔

مذہب اسلام کا دوسرا سرچشمہ پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس ذات ہے۔ اللہ تعالی نے آپ کو مذہب اسلام کا پیغمبر اعظم اور آخری رسول بنا کر بھیجا۔ اور بطور دلیل اس نے آپ کو بچپن ہی سے دنیا کی تمام آلائشوں سے محفوظ و مامون رکھا اور ایسے لاجواب معجزات عطا فرمائے کہ ارباب عقل و خرد آپ کی نبوت و رسالت کے معترف ہو گئے۔

رسالت کی ایک اہم ترین دلیل یہ ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے کسی ہیومین ایجنسی سے تعلیم نہیں حاصل کی، لیکن اللہ تعالی نے، تمام علوم ظاہری و باطنی بلکہ جملہ علوم غیبیہ آپ پر ایسے منکشف فرما دیئے کہ ساری کائنات ہاتھ کی لکیروں کی طرح آپ کی نگاہوں کے سامنے ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے احادیث کریمہ کی شکل میں حکمت و دانائی اور فلاح انسانیت کے ایسے معتبر اور قابل تقلید اصول و ضوابط عطا فرمائے کہ صبح قیامت تک آنے والے انسان آپ کے ارشادات سے مستفید ہوتے رہیں گے، قرآن کریم آپ کے مقصد بعثت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾"(الجمعه ۲)

اللہ وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور (عقائدِ باطلہ و اخلاقِ رذیلہ و خبائثِ جاہلیّت و قبائحِ اعمال سے ۔) انہیں پاک کرتے ہیں، اور انہیں کتاب (قرآن کریم) و حکمت (فلاح انسانیت کے اصول و ضوابط) کا علم عطا فرماتے ہیں، اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

یوں تو آپ کی پوری زندگی روشن معجزات سے مالامال ہے لیکن قرآن کریم ایک ایسا معجزہ ہے جو آج بھی لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں محفوظ ہے اور یہ اعلان کررہا ہے:

" مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"(الفتح ۲۹)

محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

" وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى " (النجم ٤، ٣)

اور محمد ﷺ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی خدا ہوتا ہے۔

"وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"

(حشر ۷)

رسول اللہ ﷺ جو تمہیں عطا کردیں اسے لے لو، اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔

گویا رسول اقدس ﷺ جس سے روکیں وہ اسلام نہیں ہے اور جو عطا کردیں وہی اسلام ہے۔

اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ قرآن نے آپ کی ایک ایک ادا کو اسلام کا نام دیا ہے اور آپ کی مبارک زندگی کو قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لیے نمونہ عمل قرار دیا ہے:" لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "(احزاب ۲۱)
بے شک تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ عمل ہے۔ گویا آپ کے اخلاق، عادات اور طرز زندگی کا نام اسلام ہے۔

اللہ کہ سر تا بقدم شان ہے یہ
اِنسا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتا تا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

(امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حاصل یہ کہ بلا شبہ قرآن کریم اللہ تعالی کی کتاب ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ اس کے سچے رسول ہیں لہذا قرآن اور صاحب قرآن دونوں ہی کی تعلیمات براہ راست اللہ تعالی ہی کی تعلیمات ہیں، اور ان کے پیغامات اللہ تعالی ہی کے پیغامات ہیں، جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

قرآن کریم نے مذہب اسلام کو اللہ تعالی کا دین قرار دیا اور رسول اقدس ﷺ نے اسی دین حق کو مخلوق خدا کے سامنے پیش کیا، جس پر ایمان اور یقین رکھنے والوں کو مومن اور مسلمان کہتے ہیں۔

آج ہمارے درمیان مذہب اسلام کے علاوہ جو دوسرے مذاہب پائے جاتے ہیں سب فرسودہ اور باطل ہیں، ان کی کوئی اصل اور حقیقت نہیں ہے، البتہ عقل انسانی کو فریب دینے کے لیے ان مذاہب کے بانیان اور رہنماؤں نے بھی کچھ ایسے اصول و ضوابط بنالئے ہیں جن سے انسانی فلاح و بہبود کا دعوی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تمام تر کوششوں کے باوجود آج تک کوئی بھی مذہب معاشرت انسانی کو کامل اور قابل تقلید

دستور حیات نہ دے سکا، اور نہ ہی قیامت تک ایسا کوئی دین بنایا جاسکتا ہے، اس لیے کہ انسان کی عقل محدود ہے، نیز اس کی اپنی ذاتی خوہشات بھی ہیں، اور مستقبل کے حوالے سے اسے کوئی یقینی علم بھی نہیں ہے، ماضی اور حال پر قیاس کر کے زیادہ سے زیادہ چند دہائیوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، پھر یہ کہ دستور انسانی کے لیے تمام انسانوں کی فطرت اور ان کی ضروریات سے بخوبی واقفیت بھی ضروری ہے، اور یہ کام ایک کیا تمام انسان مل کر بھی نہیں کرسکتے۔

مثال کے طور پر ملکی قوانین کو دیکھیں سیکڑوں دانشور مل کر ایک قانون بناتے ہیں، لیکن چند دہائیوں میں ملک کے عوام اس کے خلاف صداے احتجاج بلند کرتے ہیں، اور آخر کار حکومتیں اور اقوام عالم کے بڑے بڑے قانون داں یہ ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ یقیناً گذشتہ قانون میں ترمیم کی ضرورت ہے، یا اس کے بجاے از سر نو نیا قانون بنانے کی ضرورت ہے۔

گذشتہ سطور سے یہ واضح ہو گیا کہ ہمارے گرد و پیش کے یہ خود ساختہ مذاہب انسانوں کو کامل اور فطری دستور نہیں دے سکتے، بلکہ یہ صرف اور صرف اسلام کا خاصہ ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالی کا دیا ہوا مذہب ہے، جو ساری مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے، ان کی فطرت اور ضروریات سے بخوبی واقف ہے، اس کا علم ہر زمانے کے حالات اور کائنات کے ذرے، ذرے کو محیط ہے، وہ بے پناہ علم و حکمت والا ہے۔ اس نے اپنے علم و حکمت سے دین اسلام کی شکل میں بندوں کو ایسا فطری اور کامل ترین دستور عطا کیا جو اپنی گوناں گوں خوبیوں اور امتیازی کمالات کے باعث تمام مذاہب عالم پر فوقیت رکھتا ہے۔

اس مذہب اسلام کی کیا کیا خصوصیات ہیں اور اللہ تعالی نے قرآن کریم میں کس طریقے سے ذکر فرمایا ہے، نیز احادیث مبارکہ سے کون کون سے اوصاف مستفاد ہیں، انشاءاللہ آئندہ صفحات میں ذکر کیے جائیں گے۔

اسلام اللّٰہ تعالی کا پسندیدہ دین ھے

اسلام کی سب سے بنیادی اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالی کا پسندیدہ دین ہے:اس خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوے اللہ تعالی نے فرمایا :

" اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ "

بے شک اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔(اٰل عمران ۱۹)

قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب کوئی کام پسندیدہ ہوتا ہے تو اس کام کے کرنے والے بھی پسندیدہ ہوتے ہیں،اور جب کوئی کام ناپسندیدہ ہوتا ہے تو اس کام کے کرنے والے بھی ناپسندیدہ ہوتے ہیں،لہذا اسلام کی بدولت مسلمان بھی اللہ کے نزدیک محبوب و مقرب ہوں گے،اور اس کے برعکس(Apposite) جو دوسرے مذاہب کے ماننے والے ہیں،اللہ تعالی کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہوں گے،ایسے لوگوں کے لیے قرآن کا اعلان یہ ہے کہ نہ ان کا مذہب قبول کیا جائے گا،اور نہ ہی آخرت میں انھیں کوئی فائدہ پہنچے گا۔ارشاد باری ہے:

" وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلٰمِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۸۵﴾"(آل عمران ۸۵)

اور جو کوئی مذہب اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا،اس سے اس کا دین ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا،اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

واضح رہے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک وہی نظام مقبول ہو سکتا ہے جس

میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی رعایت کی گئی ہو،اور اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی پاسداری کا حکم دیتا ہے،چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

" وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـًٔـا ‌ وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَـارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَـارِ الۡجُـنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَـنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ۙ وَمَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ "(النساء،۳٦)

اے لوگوں! اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ،والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو،قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو،یتیموں،مسکینوں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، رفقائے کار،راہ گیر،غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو،کیوں کہ اللہ کو غرور وتکبر کرنے والے پسند نہیں۔

اس آت مبارکہ میں رب ذوالجلال نے اپنی بندگی کے ساتھ والدین ، اقربا،یتیم،مسکین،پڑوسی اور مسافروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

یونہی اسلام یتیموں اور خریداروں کی حق تلفی سے منع کرتا ہے،ہمیشہ وعدہ وفا کرنے اور سب کے ساتھ عدل وانصاف سے کام لینے کا حکم دیتا ہے،ارشاد باری ہے:

" وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡيَتِيۡمِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ حَتّٰى يَبۡلُغَ اَشُدَّهٗ‌ ۚ وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ‌ ۚ لَا نُـكَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا‌ ۚ وَاِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى‌ ۚ وَبِعَهۡدِ اللّٰهِ اَوۡفُوۡا‌ ؕ ذٰ لِكُمۡ وَصّٰٮكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ "(انعام،۱۵۳)

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقہ سے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے،اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری کرو،ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کے مقدور، بھر اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ تمھارے رشتہ دار کا معاملہ ہو،اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو یہ تمھیں تاکید فرمائی تاکہ تم نصیحت مانو۔(ترجمہ کنزالایمان)

اسی طرح اسلام آداب مجلس اور حسن معاشرت کی تعلیم دیتا ہے، ارشاد باری ہے:

" يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ "(الحجرات، ۱۲،۱۱)

اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے ہنسیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں، اور آپس میں طعنہ نہ کرو، اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو، کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا، اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔ اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے، اور عیب نہ ڈھونڈو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اسلام اپنے ماننے والوں کو سختی کے ساتھ خون ریزی، قتل و غارت گری اور فتنہ و فساد سے روکتا ہے، خون انسانی کے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔ ایک انسانی جان کی حفاظت کو ساری انسانی جانوں کی حفاظت، اور ایک انسانی جان کی تباہی کو ساری انسانی جانوں کی تباہی قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

" مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا "(المائدہ، ۳۲)

جس نے بغیر جان کے بدلے کوئی جان قتل کی یا زمین میں فساد کیئے، تو گویا

اس نے سب لوگوں کو قتل کیا، اور جس نے ایک جان کو جِلا لیا، اس نے گویا سب لوگوں کو جِلا لیا۔

قیام امن و سلامتی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا:

" مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلٰحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا "(النساء۱۱٤)

جو صدقات و خیرات، بھلائی اور لوگوں کے درمیان صلح و آشتی کا پیغام دے اور جو بندہ یہ کام رضائے الٰہی کے لیے کرے گا عنقریب ہم اسے اجر عظیم سے سرفراز کریں گے۔

یہی نہیں بلکہ اسلام اپنے ماننے والوں کو درس اخوت سکھاتا ہے۔ اور انھیں اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا ہر خوشی اور غم میں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو، اور جو اپنے لیے پسند کرو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو، قرآن کریم میں مذکور ہے:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُم "(الحجرات ۱۰)

مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں کے درمیان (اگر رنجش ہو جائے) صلح و آشتی سے کام لو۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه "(صحیح البخاری، کتاب الایمان، ج۱ ص٦)

کامل ترین مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اسی طرح سچا مہاجر وہ ہے جو ان تمام باتوں سے دور ہو جائے جن سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے۔

شاید یہی وہ خوبیاں ہیں جن کی بنیاد پر مذہب اسلام اللہ کا محبوب ترین دین قرار پاتا ہے، بندوں پر لازم و ضروری ہے کہ ہر اس چیز سے محبت کرے جس سے پروردگار محبت فرماتا ہے، اور اپنے کردار و عمل سے یہ ثابت کرے کہ

ہم کو ہے وہ عزیز جسے تو عزیز ہے
ہم کو ہے وہ پسند جسے اے تو پسند

(مولانا حسن رضا بریلوی)

ان سب کے ساتھ اسلام کی کچھ ایسی تہذیبی و ثقافتی خوبیاں ہیں جو اسلام کے حسن و جمال میں چار چاند لگا دیتی ہیں جیسے: بھور کی پر سکون فضا میں مساجد سے بلند ہونے والی اذانیں، نماز میں صف بستہ مومنین کی دلکش ادائیں، قاری قرآن کی دلنشیں تلاوت، ہر روز محفل میلاد کی نورانی محفلیں اور حمد و نعت کی نغمہ سنجیاں، جمعہ و عیدین کے پر کیف ماحول میں مسلمانوں کا اجتماع، ایک ہی لباس میں ملبوس زائرین حرم کی دیوانہ وار ادائیں، حرم کعبہ اور روضہ رسول کی جنت نشاں کیاریاں، مسلمانوں کا آپس میں منفرد طریقے سے سلام و مصافحہ کرنا، اسلامی وضع قطع وغیرہ یہ سب اسلامی تہذیب و ثقافت کے عمدہ شاہکار ہیں جس کے بحر بیکراں میں اگر غوطہ لگائیں، تو انشاء اللہ ہر طرف چمکتی ہوئی موتیاں ہی نظر آئیں گی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس ہمہ گیر اور Peaceful مذہب پر صداقت اور اپنی پسندیدگی کی مہر لگا دی " اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللہِ الْاِسْلَامُ" بے شک اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔

دین کامل

مذہب اسلام کی دوسری اور سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ یہ دین کامل ہے
؛اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:
" اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلٰمَ دِیْنًا"(المائدة ۳)
آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا،اور اپنی نعمت تمام کر دی،اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا ۔اس آیت مبارکہ کا واضح مطلب یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں ماں کی گود سے لے کر قبر تک جتنے بھی مسائل اور معاملات درپیش ہو سکتے ہیں ان تمام مسائل کا تفصیلی حل مذہب اسلام نے پیش کر دیا ہے،اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ ہم اپنے مسائل کو چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں :(۱)عقائد (۲) عبادات (۳) معاملات (۴)اوراخلاق۔
جن مسائل کا تعلق اللہ تعالی اور بندوں کے مابین ہے انھیں عقائد و عبادات کے درجے میں رکھا گیا ہے جیسے توحید،رسالت،ملائیکہ،قیامت،حشر و نشر،سزاو جزا پر ایمان عقائد کی قبیل سے ہیں،اور نماز،روزہ،حج و زکوۃ وغیرہ عبادات ہیں جنھیں سورہ بقرہ کی متعدّد آیات میں ذکر کر دیا گیا ہے ۔ اور جن مسائل کا تعلق انسانوں کے باہمی رشتے سے ہے انھیں معاملات و اخلاق کے درجے میں رکھا گیا ہے جیسے وراثت،نکاح ،طلاق،قصاص،تجارت ،ملازمت،سیاست،امارت،انسان کی نجی خاندانی اور تمدنی زندگی،ماں باپ،اولاد،شوہر بیوی،اعزا و اقارب،ہمسایہ اور محلہ داروں کے حقوق۔

مذکورہ تمام مسائل تحریری شکل میں قرآنی آیات اور احادیث طیبہ میں درج کر دیے گئے ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں ان تمام مسائل کو پریکٹکلی طور پر خود بھی انجام دیا، اور صحابہ کرام کی مقدس جماعت کو اس کے موافق عمل کروا کر قیامت تک کے لیے نمونہ بنادیا۔ آج دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں جو معاشرت انسانی کو کامل دستور دے سکے یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس میں تمام مسائل کو حل کر دیا گیا ہے، اور قیامت تک جو بھی مسائل پیش آئیں گے ان سب کے لیے اصول اور ضابطے بھی متعیّن کر دیے گئے ہیں۔

اسلام دین فطرت ھے

مذہب اسلام انسانی فطرت کے عین مطابق اور انسانی مزاج و منہاج سے ہم آہنگ ہے؛اس خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوے اللہ تعالی نے فرمایا:

" فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّم "(الروم ٣٠)

تو اپنے آپ کو دین کے لیے یکسو ہو کر مستعد رکھو جو اللہ تعالی کی ڈالی ہوئی بنا ہے،(یہی وہ دین ہے)جس پر اللہ تعالی نے سب کو پیدا کیا ہے،اور اللہ تعالی کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی،یہی مستحکم دین ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما من مولود إلا يولد على الفطرة، فأبواه يُهَوِّدَانه أو يُنَصِّرانه أو يُمَجسانه، كما تَنْتِج البهيمة بهيمة جَمْعاء، هل تحسون فيها من جدعاء؟"(ج ١ كتاب الجنائز ص ١٨١)

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے،پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی،نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ چوپایا صحیح و سالم بچہ جنتا ہے،کیا تم ان میں کوئی کن کٹا دیکھتے ہو۔

مذکورہ بالا قرآنی آیت اور حدیث پاک کا واضح مطلب یہ ہے کہ سارے انسانوں کی حقیقت و فطرت دین اسلام ہے،اور قدرتی طور سے اس کو اسلامی دستور کا پابند بنا کر پیدا کیا گیا ہے۔

فطری اور نفسیاتی طور سے ایک انسان خواہ وہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو

جب مصائب و آلام میں گرفتار ہوتا ہے، خوف سے اس کا ذہن عارضی آلودگیوں سے پاک ہوجاتا ہے ، خود ساختہ قوانین کی ساری دیوریں منہدم ہوجاتی ہیں ۔ چنانچہ ایسی کیفیت میں اگر اس کے سامنے پتھر کے تراشے ہوئے بت کو پیش کیا جائے تو وہ اس سے مدد مانگنے کے بجائے توڑ کر ریزہ ریزہ کر دے گا ،کیوں کہ یہ اس کی فطرت کے موافق نہیں ہے ،بلکہ ایسی کربناک حالت میں اس کے سامنے بت کو مدد کے لیے پیش کرنا گویا زخموں پر نمک ڈالنا ہے ،اگر اس کے سامنے آسمان کی بلندیوں پر طلوع ہونے والے آفتاب کو پیش کر دیا جائے تو اس کی فطرت بول پڑے گی جو ہر شام خود ہی رات کی سیاہی کے سامنے گھٹنے ٹیک دے وہ ہماری کیا مدد کرے گا ؟۔اگر اس کے سامنے ہواؤں کو پیش کیا جائے تو اس کی فطرت پکار اٹھے گی کہ ان ہواؤں نے تو ظالموں کے بنسبت مظلوموں کے گھروں اور فصلوں کو زیادہ ویران کیا ہے تو مجھ مظلوم کو اس سے کیا امید ہو سکتی ہے ؟۔اسی طرح اگر اس کے سامنے آگ کے شعلوں اور سمندروں کی لہروں کو پیش کیا جائے تو بھی فطرت کا وہی جواب ہوگا۔غرض کائنات کی کسی بھی چیز کو وہ اپنا خدا اور مددگار تسلیم کرنے کو تیار نہیں مگر پھر بھی ایک ایسا مددگار ہے جو شکل و صورت اور جہت و مکان سے پاک ہے، جو ساری کائنات کا خالق ہے، جو بے پناہ قوتوں کا حامل ہے، جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جس کے اوپر کوئی طاقت نہیں، بلکہ کائنات کے ذرے ذرے کا اکیلا وہی خالق و مالک ہے، انسان اپنی بے کسی کے عالم میں سب کو بھول کر اسی کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔کیوں کہ اس کی فطرت نے اپنے وجود سے پہلے ہی اس ذات کو اپنا رب تسلیم کرلیا تھا۔قرآن کہتا ہے:

" وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ، شَهِدْنَا ، اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾" (الاعراف ۱۷۲)

اور اے محبوب یاد کرو جب تمھارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی، اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، اور فرمایا: "کیا میں تمھارا رب نہیں ؟"، سب نے

کہا: "کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے"، (یہ گواہی اس لیے لی گئی) کہ کہیں قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو: "ہمیں اس کی خبر نہیں تھی"۔

اسی ازلی ابدی ذات کا نام اللہ جل شانہ ہے۔ جس پر صدق دل سے ایمان ویقین رکھنے کا نام اسلام ہے۔ لیکن وہی انسان جب مصائب وآلام سے نجات پاتا ہے، اس کے دل ودماغ کام کرنے لگتے ہیں، تو سوچتا ہے کہ جو ذات شکل وصورت سے پاک ہو، جہت و مکان سے ماوریٰ ہو براہ راست اس کی معرفت کیسے ہو سکتی ہے، تو خود بخود ایک ایسے رہنما کی تلاش میں مصروف ہو جاتا ہے جو معاشرت انسانی سے ہو، اسی کی طرح کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ہو، ساتھ ہی بے پناہ خوبیوں کا حامل ہو، دنیا میں اس سے زیادہ کوئی شرف وکمال والا نہ ہو، جس کی پوری زندگی صدق وصفا اور عدل وانصاف کی شاہکار ہو، اپنے اور غیر سبھی اس کے اخلاق وکردار کے گرویدہ ہوں، دنیا اسے امانتوں کا تاجدار کہتی ہو، جس کے اشارہ ابرو پر شمس و قمر گردش کرتے ہوں، جس کی آواز پر چرندو پرند اور شجر وحجر لبیک کہتے ہوں، غرض جس کی ساری زندگی لاجواب معجزات سے عبارت ہو، وہ اسے خالق ارض وسما، ازلی وابدی، جہت و مکان سے مبریٰ اللہ جل شانہ سے ملادے، تو قرآن کہتا ہے کہ وہ باکمال ذات محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے جن کی رسالت کو تسلیم کرنے کا نام اسلام ہے۔

اللہ تعالی اور اس کے مقدس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد اسلام اپنے ماننے والوں کو نماز کا پابند بناتا ہے: "اقیموا الصلوٰۃ" نماز قائم کرو، مگر یہ حکم حقیقت میں ان کی فطری آرزوں کی تکمیل ہے۔ کیوں کہ فطری طور سے ایک آدمی اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرنے اور اسی کو اپنا خالق اور مالک ومولیٰ ماننے کے بعد اس کے سامنے سر نیاز خم کر دینا چاہتا ہے، یہاں تک کہ ایک آدمی کی عمر جب ڈھل جاتی ہے اور اللہ تعالی کی دی ہوئی ساری بہاریں اپنے دامن میں سمیٹ چکا ہوتا ہے تو اس کی گردن خود بخود خدا وحدہ لاشریک کی بارگاہ اقدس میں جھکنے کو بے قرار ہو جاتی ہے، بسا اوقات ایسا نہ کرنے پر اس کی فطرت اسے ملامت کرتی ہے؛ کہ اے بندہ خدا! تو کب اپنے رب کی بندگی بجالائے گا، تیری

گردن رب کی بارگاہ میں جھکنے کے لیے بنی ہے، تیری تخلیق ہی عبادت و ریاضت کے لیے ہے، یہی تیری زندگی کے عین موافق ہے اور یہی اظہار بندگی کا اعلیٰ معیار ہے۔

مگر اسلام کے بیشتر پیروکار اپنی فطرت کو نظر انداز کر کے دنیا و آخرت میں نقصان اٹھا رہے ہیں، اور فطرت سے جنگ کی آگ اس وقت اور بھڑک اٹھتی ہے جب شیاطین کے پجاری، خواہشات کے پرستار، دنیا کے دلدادہ اپنی فطرت سے بغاوت کر کے اپنی پیشانیاں پتھر کے بنائے ہوئے بتوں کے سامنے جھکا دیتے ہیں اور ہر روز ہر لمحہ اپنی فطرت سے جنگ کرتے رہتے ہیں۔

فطرت کہتی ہے: "بندہ خدا! تم تو دیکھ سکتے ہو، بول سکتے ہو، سن سکتے ہو، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتے ہو، پھر اس لاچار و بے بس پتھر کو کیوں پوجتے ہو؟ ارے یہ پتھر تو اتنا کمزور ہے کہ ایک کمزور اور حقیر سی مکھی اس کے سامنے سے مٹھائیاں لے کر چلی جاتی ہے، اور یہ کچھ نہیں کر سکتا، پھر تم کیوں اس کے سامنے جھک جاتے ہو؟""

لیکن فطرت کی لاکھ لعنت و ملامت کے باوجود بیشتر بندگان خدا، بندگی کا صحیح حق ادا نہ کر کے خواہشات نفس اور شیاطین کے بہکاوے میں آکر باطل و لاچار بتوں کے سامنے اپنی پیشانیاں جھکا دیتے ہیں اور اس سے اپنی ضرورتوں کی تکمیل چاہتے ہیں، ان غیر حساس بتوں سے چین و سکون کے طلب گار ہوتے ہیں۔ افسوس

ان گنت خداؤں کی دلنوازیاں منظور
اک خدائے واحد کی بندگی نہیں ہوتی
(عزیز بھگروی)

مگر حقیقت حال یہ ہے کہ ان کو کچھ بھی چین و سکون نہیں ملتا، بلکہ ہر طرف سے ناامیدی ہی ہاتھ آتی ہے۔

ذرا عبادتوں کا لطف اور مزہ ان مومنین سے معلوم کریں جو اسلامی اصول و قوانین کے دئرے میں رہ کر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں، اور اپنی فطرت کے

موافق عبادت کر کے ایک ایک رکن کو بجالاتے ہیں، تو وہ مومنین پلٹ کر جواب دیں گے کہ یقیناعبادتوں میں جو مزہ اور چین وسکون ہے وہ دنیا کی کسی اور نعمت میں میسر نہیں۔

حاصل کلام عبادت الٰہی ہماری فطرت اور بندگی کا جزولازم ہے، اسی لیے اسلام نے اسے مقصد حیات بتاکر جملہ متبعین اسلام پر اس کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں میں زکوۃ کانظام قائم کیا ،اور فرمایا"اٰتو الزکوٰۃ"زکوۃ ادا کرو، تاکہ غریب اور مفلس کی فطری زندگی کو کوئی چیلنج نہ کرسکے، ایسا نہ ہو کی مالداروں کے پاس مال کا انبار رہے، اور غریب فاقہ کشی پر مجبور رہے۔ فطری طور سے وہ غریب بھی ایک خوشحال زندگی گزارنا چاہتا ہے ،اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ دولت مند افراد انسانی ہمدردی اور رواداری کا ثبوت دیتے ہوے اپنے غریب مسلم بھائیوں کو زکوۃ دیں، تاکہ امیر وغریب دونوں ہی اپنی فطری زندگی گزار سکیں۔

اگر پوری دنیا میں نظام زکوۃ کو نافذ کردیا جاے تو انشاء اللہ تعالی فاقہ کشی سے مرنے والوں کی تعداد پر بہت جلد قابو پایا جاسکتا ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ نظام زکوۃ ہی کا نتیجہ تھا کہ سیدنا عمر ابن عبدالعزیز کے زمانے میں لوگ صبح کو زکوۃ کا مال لے کر نکلتے اور شام کو پورا مال واپس بیت المال میں جمع کردیتے، کیوں کہ زکوۃ کا مال لینے والا کوئی غریب نہیں ملتا۔

اسلام نے عورتوں کے تحفظ وبقا اور ان کے فطری حقوق کی پاسداری کے لیے پردے کا حکم دیا۔ ارشاد باری ہے:

" يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ، ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾"(الاحزاب ۵۹)

اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منھ پر ڈالے رہیں، یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

پردہ عورت کی فطرت اور اس کی نسوانیت کا جزو لازم ہے یہی وجہ کہ کسی بے شرم اور فاحشہ کو بھی اچانک کسی اجنبی کے سامنے پیش کر دیا جاے تو وہ فطری طور سے اپنے ان اعضاء کو چھپاتی ہوئی نظر آتی ہے جن کے چھپانے کا اسلام نے حکم دیا ہے، گر چہ بعد میں اپنی ناقص عقل کا استعمال کرتے ہوے پھر بے شرمی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

اسلام نے پردے کا حکم دے کر عورتوں کی عزت کی حفاظت کی ہے، آج جو خواتین پردے کا اہتمام کرتی ہیں ان کی عزت و ناموس اوسطاً ان عورتوں سے زیادہ محفوظ ہے جو پردے کا اہتمام نہیں کرتیں۔ یقیناً پردہ نہ صرف یہ کہ عورتوں کے عزت و ناموس کی حفاظت کرتا ہے بلکہ ان کے قدرتی حسن و جمال کی دلکشی کو بھی تا دیر قائم رکھنے میں مدد کرتا ہے۔

آج دنیا میں آزادی نسواں کے نام پر جس طرح عورتوں کی عزت و ناموس کی نیلامی ہو رہی ہے اس کی واحد وجہ بے پردگی اور غیر محرموں کے ساتھ اختلاط ہے۔ جب تک اسلامی پردے کو اپنایا نہیں جاتا اس وقت تک کوئی قانون ان کے عزت و ناموس کی نیلامی پر روک نہیں لگا سکتا۔

اسی طرح اسلام نے ماں کی گود سے لے کر عبادت و ریاضت تعلیم و تربیت، شادی بیاہ، خرید و فروخت، سیاست و حکمرانی اور تجہیز و تکفین تک کسی بھی مسئلے میں فطرت انسانی کی مخالفت نہیں کی، بلکہ ہر مسئلے میں ایسے ہی احکام کا پابند بنایا جو انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہو، گویا اگر کوئی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا چاہے تو اسے اپنی فطرت یا ساری دنیا سے جنگ مول لینے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ آسانی کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکتا ہے اس لیے کہ یہ دین فطرت کے عین مطابق ہے اور انسانی مزاج و منہاج سے بالکل ہم آہنگ ہے۔

اسلام تو فطرت ہے کوئی جبر نہیں ہے
آؤ اے مردان عجول تمھیں صبر نہیں ہے

(مولانا بدر القادری ہالینڈ)

اسلام میں حرج و مشقت نہیں ہے

اسلامی دستور میں انسانی زندگی سے متعلق جو بھی عبادات و معاملات بیان کیے گئے ہیں اس میں اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ کوئی بھی امر ایسا نہ ہو جو بندوں کے لیے باعث حرج و مشقت ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا فرمان عالی شان ہے:

" مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ "(حج ۷۸)

اللہ نے تمھارے لیے دین میں کچھ حرج نہیں رکھا۔ حدیث پاک ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا:

" لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواق عند کل صلوٰۃ "

(ترمذی،ج۱،ابواب الطھارۃ،باب ماجاءفی السواک،ص۱۲)

اگر میں اپنی امت کے لیے باعث حرج و مشقت نہ سمجھتا، تو ان پر ہر نماز کے وقت مسواک کو لازم قرار دے دیتا۔

بندوں کو ان کی اہلیت و طاقت سے بالاتر احکام کا مکلف بنانا اور فطری تقاضوں کے خلاف احکام کا پابند بنانا، باعث حرج و مشقت ہوتا ہے۔ اور اسلام کا کوئی بھی حکم باعث حرج و مشقت نہیں ہے۔ جب کہ کسی عظیم مقصد کے حصول میں آنے والی پریشانیوں و دشواریوں کو جد و جہد کہتے ہیں اور اس راہ میں ایک ایک قدم کو کامیابی کا زینہ قرار دیتے ہیں، جو انجام کار کے رو سے رحمت ہی رحمت ہے، قرآن کہتا ہے:

"مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ"(المائدۃ ٦)

مفہوم : احکامات کا پابند بنا کر اللہ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے بندے مشکل میں پڑ جائیں بلکہ منشا الٰہی یہ ہے کہ بندے جسمانی و روحانی اعتبار سے تمام کدورتوں سے پاک ہو کر تمام نعمتوں کے مستحق اور شکر گزار بن جائیں۔ اب اسی تناظر میں اسلامی احکامات کا مطالعہ کریں۔

اسلام نے اپنے متبعین کو یہ پیغام دیا کہ تم اللہ تعالی کے شکر گزار بندے بن کر زندگی گزارو، اور اس سلسلے میں مخصوص طریقے پر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ شروع میں دن بھر میں پچاس وقت کی نمازیں فرض ہوئیں، بندوں کی آسانی کے لیے پچاس سے تخفیف کرکے صرف دن بھر میں پانچ وقت کی نمازیں باقی رکھی گئیں ارشاد باری ہے:

" وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيۡلِ ‌ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ‌ ؕ ذٰ لِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾ "(هود ١١٤)

اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں میں اور کچھ رات کے حصوں میں۔ یعنی دن کے پہلے کنارے مین فجر اور دوسرے کنارے میں ظہر و عصر، اور رات کے حصوں میں مغرب و عشا۔ بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَ حِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِيًّا وَّ حِيۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ "(الروم ١٧)

تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو (مغرب و عشا) اور جب صبح ہو (فجر) اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے (عصر) اور جب تمہیں دوپہر ہو (ظہر)۔

پچاس سے تخفیف کرکے پانچ وقت کرنا صرف اس لیے تھا کہ بندے حرج و مشقت میں نہ پڑ جائیں۔

ایمان و یقین کے اعتبار سے نماز اخروی زندگی میں کامیابی کی ضمانت اور جنت

کی ابدی نعمتوں کا ذریعہ ہے۔ قرآن کہتا ہے:

" الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۴﴾"

(انفال ٤،٣)

جو نماز پڑھتے ہیں، اور ہماری دی ہوئی رزق سے ہماری راہوں میں خرچ کرتے ہیں، وہی سچّے مسلمان ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس درجے ہیں، اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

سائنسی اعتبار سے نماز جسمانی تکان، وقلبی بے چینی سے نجات دلاکر توانائی و روحانی سکون عطا کرتی ہے، نیز ایک صالح معاشرہ کی راہ ہموار کرتی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" (العنکبوت ٤٥)

اے محبوب پڑھو جو کتاب تمھاری طرف وحی کی گئی، اور نماز قائم فرماؤ، بیشک نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے۔

اس کے برعکس نماز نہ پڑھنا اور شیطان کی پیروی کرنا بے حیائی اور بے شرمی کو دعوت دینا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

" لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ"(البقرۃ ٢٠٨)

شیطان کی پیروی نہ کرو، بیشک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے، وہ تو تمہیں بدی اور بے حیائی کا ہی حکم دے گا۔

اسلامی احکامات میں روزوں کی ایک خاص اہمیت ہے۔ اللہ تعالی نے اس کی فرضیت کا ذکر کرتے ہوے فرمایا:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَی

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴿۱۸۳﴾" (البقرة ۸۳)
اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے تاکہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

روزہ عرف شرع میں مسلمان کا بہ نیّت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے اور جماع سے باز رکھنے کو کہتے ہیں۔

یہ روزہ سال میں ایک بار رمضان المبارک کے مہینے میں فرض کیا گیا، اور جو لوگ روزہ رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ان کے لیے فدیہ ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے اس کے بدلے ہمیشگی کی نعمتیں ہیں؛ صحیحین، ترمذی، نسائی، صحیح ابن خزیمہ میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں ایک دروازہ کا نام ریّان ہے، اس دروازہ سے وہی جائیں گے جو روزے رکھتے ہیں"۔

سائنسی اعتبار سے سال میں ایک مہینہ روزہ رکھنے سے بدن انسانی میں ایک توازن قائم ہوجاتا ہے، بھوک و پیاس بدن کے غلیظ مادوں کو ختم کر دیتی ہے، اور بدن بالکل صاف ہوجاتا ہے، لہٰذا روزہ ہمارے لیے باعث مشقت نہیں بلکہ باعث رحمت ہے۔

ہاں یہی روزہ حرج و مشقت کا باعث اس وقت ہوتا جب بغیر افطار کیے ہوے مسلسل کئی کئی دنوں تک رکھنا ہوتا، لیکن اسلام نے اس سے منع فرمادیا۔ حدیث پاک میں ہے کہ زمانہ رسالت میں بعض صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایسا کرنا چاہا لیکن آپ نے منع فرمادیا۔ یہ اسی لیے تھا کہ کہیں امت حرج و مشقت میں نہ پڑ جائے۔ جیسا کہ ہندو مذہب میں روزہ بنام برتھ رکھنے کو عبادت و شکر کا نام دیا جاتا ہے۔ اور طریقہ کار یہ بتایا کہ اناج کو چھوڑ کر مسلسل نو دنوں تک پھل اور میواجات پر اکتفا کیا جائے۔ نتیجۃً مالدار لوگ انواع و اقسام کے پھل اور لذیذ میواجات سے لطف اندوز ہوتے ہیں، جب کہ دوسری طرف نادار اور غریب افراد بھوک و پیاس کی شدت سے حرج و مشقت میں پڑ جاتے ہیں۔ نیز سبھی لوگ

غیر متوازن غذا کے سبب جسمانی نقصان بھی اٹھاتے ہیں۔ خود ساختہ قوانین کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔

اسلام کا ایک اہم رکن حج بیت اللہ شریف ہے جو زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔ اس رکن عظیم کی ادائیگی میں بھی حرج و مشقت کو بالکل جگہ نہیں دی گئی ہے۔ اسلامی دستور میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ حج بیت اللہ اسی پر فرض ہے جو عاقل و بالغ ہونے کے ساتھ ساتھ مکہ معظّمہ تک پہنچنے کی استطاعت بھی رکھتا ہو، اور اتنا ہی نہیں بلکہ راستہ بھی پر امن ہونا ضروری ہے، نیز حج بیت اللہ سے واپس آنے تک گھر والوں کے نان و نفقہ کا پورہ انتظام ہو۔ ذرا غور فرمائیں، جب حالات اس قدر پر سکون ہوں تو کیا حج بیت اللہ کا حکم باعث حرج و مشقت ہو سکتا ہے؟ نہیں، بلکہ اس کی ادائیگی میں بے پناہ روحانی سکون حاصل ہوگا، چہ جائے کہ باعث حرج و مشقت ہو۔

اسی طرح اگر تمام احکامات اسلامیہ کا مکمل دیانت داری کے ساتھ غیر جانبدارانہ انداز میں تجزیہ کریں تو انشاءاللہ اس کی بے شمار خوبیوں سے روشناش ہوں گے۔

گذشتہ سطور میں، ہم نے اسلام کے بنیادی احکام کا جائزہ پیش کیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ دوسرے تمام احکام بھی حرج و مشقت سے خالی ہوں گے۔

حالات اور زمانے کے اعتبار سے جدید مسائل پیدا ہوتے رہے ہیں، مگر علماء اسلام صدیوں سے اسی ضابطے اور قانون کی روشنی میں جدید اور نو پید مسائل کا حل قوم کے سامنے پیش کرتے چلے آ رہے ہیں، اور اسی آیت کریمہ کی روشنی میں فقہائے کرام نے قاعدہ فقہیہ: "الحرج مدفوع" وضع کیا، اور سیکڑوں لا ینحل مسائل کا حل پیش فرمایا۔ مثال کے طور پر بعض انگریزی دوائیں جن میں حرام اجزاء کی ملاوٹ ہوتی ہے لیکن اس سے روکنا لوگوں کو حرج میں ڈالنا ہے، اس لیے علمائے اسلام نے ایسی دواؤں کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ ایسے ہزاروں مسائل ہیں جن کے جواز کا حکم صرف

اس لیے دیا گیا کہ امت مسلمہ حرج و مشقت میں نہ پڑ جائے۔

اس دین میں تکلیف مالایطاق نہیں ھے

اس دین میں تکلیف مالایطاق (Unbearable Pain)نہیں ہے: اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنی عبادت کے لیے ضرور پیدا فرمایا مگر کسی ایسے امر کی بجاآوری پر مجبور نہیں کیا جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو۔ وہ ہمارا خالق و مالک ہے، اگر وہ چاہتا تو ہمیں ہماری حیثیت و طاقت سے بھی زیادہ کا مکلف بنادیتا، لیکن یہ اس کا بے پناہ فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں انہیں احکام کا پابند بنایا جسے ہم اپنی خداداد صلاحیتوں سے انجام دے سکتے ہیں، جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

"لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا"(البقرة ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی حیثیت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا۔

اسلام میں تکلیف مالا یطاق نہیں ہے اس پر قرآن کریم کی متعدّد آیات شاہد ہیں مثلا اللہ رب العزت جب یہ آیت کریمہ:

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ"(ال عمران ۱۰۲)

اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

نازل فرمائی تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی سے کوئی کما حقہ کیسے ڈر سکتا ہے، یعنی اس کے انعامات و احسانات تو بے انتہا ہیں کوئی انسان تقویٰ پرہیزگاری کے ذریعہ ان انعامات کا کما حقہ شکریہ کیسے ادا کرسکتا ہے؟ تو رب تبارک و تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ "(التغابن ۱۷)

تم اپنی حیثیت کے مطابق اللہ سے ڈرو۔یعنی اپنی وسعت و طاقت کے اعتبار سے تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرو۔

اسی طرح جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

" وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰه"

(البقرہ ۲۸٤)

اگر تم ظاہر کرو جو تمھارے دل میں ہے یا چھپاؤ،اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہمارے دلوں میں گزرنے والے خطرات اور وسوسوں کا بھی محاسبہ ہوگا،تو اللہ تعالی نے فرمایا:

"لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا"

اللہ تعالی کسی انسان کو اس کی حیثیت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا۔

یعنی وہ برے خیالات جو اپنے آپ ذہنوں میں آجایا کرتے ہیں جس پر انسان کو قابو نہیں رہتا ان پر مواخذہ نہیں ہوگا،البتہ اگر ان گندے خیالات کا ارادہ بھی کر لیا جائے تو ضرور مرحلہ احتساب سے گزرنا ہوگا بخاری و مسلم کی حدیث ہے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

" إن الله تجاوز لأمتي عما وسوست أو حدثت به أنفسها ما لم تعمل به أو تكلم "(صحیح البخاری،ج۲،ص۹۸٦، باب اذا حنث ناسیا فی الاسلام،کتاب الایمان و النذور)

کہ میری امت کے دلوں میں جو وسوسہ گزرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے تجاوز فرماتا ہے جب تک کہ وہ انہیں عمل میں نہ لائیں یا ان کے ساتھ کلام نہ کریں"۔

انسانوں سے ایسے امور کا بھی صدور ممکن ہے جس میں اس کے ارادے کا کوئی دخل نہیں ہوتا،ایسی صورت میں اسلام نے اسے مجرم نہیں گردانا بلکہ معذور کے درجہ میں

رکھ کر توبہ و استغفار کا مطالبہ کیا ہے۔امام بیضاوی نے "لَا یُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے "رفع عن أمتي الخطأ والنسيان" یعنی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا: میری امت کو غیر ارادی غلطی اور بھول (forget & unlike miss) کا مکلف نہیں بنایا گیا، مثلاً کسی نے روزے کی حالت میں بھول کر کچھ کھا پی لیا تو شرعی اعتبار سے اس کے روزے پر کچھ فرق نہیں پڑتا، بلکہ عام روزے داروں کی طرح اس کا روزہ بھی درست مانا جاتا ہے۔

اسلام کے جو بنیادی ارکان ہیں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج بیت اللہ ان سب کی فرضیت میں حیثیت و طاقت کی شرط لگائی گئی ہے، مثلاً نماز و روزہ جو بدنی عبادت ہیں بچوں اور پاگلوں پر فرض نہیں، نیز ایسے شیخ فانی پر فرض نہیں جسے روزہ پر قدرت نہ ہو، البتہ بچوں کو ان اعمال کا عادی بنانے پر ضرور زور دیا گیا ہے، تاکہ بتدریج روزے کے عادی بنیں، اور سن بلوغ کے بعد فرض کی ادائیگی میں آسانی ہو۔اسی طرح زکوۃ اور حج بیت اللہ میں مذکورہ دونوں شرطوں کے علاوہ سامان زندگی کے ساتھ ساتھ معتد بہ مال کی موجودگی بھی شرط ہے۔اگر بندہ ان شرطوں کی اہلیت نہیں رکھتا تو اسلام اسے ادائیگی فرض پر مجبور نہیں کرتا۔

رُخصت

اسلام کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں رخصت بہت زیادہ ہے؛رخصت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین کو مقررہ احکام میں بھی وقت وضرورت کے لحاظ سے کچھ گنجائش فراہم کی ہے،مثال کے طور پر سفر میں وقت کی تنگی اور مشقت کالحاظ کرتے ہوئے چار رکعت والی فرض نمازوں میں دو رکعت کی رخصت دے کر صرف دو ہی رکعت باقی رکھی گئی،اس خصوصیت کاذکر کرتے ہوئے قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

"وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ"(النساء ١٠١)

جب تم زمین پر سفر کرو،تو(ایسی صورت میں)نماز کو قصر کرکے پڑھنے میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"صليت الظهر مع رسول الله ﷺ بالمدينة اربعا و العصر بذالحليفة ركعتين"(ج١ص١٤٨)

ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ گئے،اس دوران حضور اقدس ﷺ دو دو رکعت نماز ادا فرماتے،یہاں تک کہ پھر مدینہ شریف واپس لوٹ آے۔

اسی طرح اگر کوئی کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا،تو اسلام اسے بیٹھ کر یا کسی

بھی ممکنہ طریقے پر نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے۔ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا:
"صَلِّ قَائِمًا فَان لَّمْ تَستَطِع فَقَاعِدًا فَإن لم تستطع فعلى جنب "
(ابودؤد شریف)

کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اگر کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکو تو تو بیٹھ کر پڑھو، اور اگر ایسا بھی نہ کر سکو تو لیٹ کر پڑھو۔ اسی طرح حیض و نفاس والی عورتوں کو ان کے مخصوص ایام میں (MC) میں نماز معاف ہے۔

اسی طرح اگر کوئی پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو اسلام اسے رخصت دیتا ہے کہ پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھے، چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

"فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا" (المائدة ٦)

پانی نہ ملنے کی صورت میں پاک مٹی سے تیمم کرو۔

اسی طرح نماز جنازہ کے سلسلے میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک آدمی پڑھ لے تو باقی لوگوں کے لیے رخصت ہے کہ اگر وہ کسی وجہ سے ادا نہ کر سکیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ البتہ حسن اخلاق کے باب میں اسلام نے نمازِ جنازہ کی شرکت پر بہت زور دیا ہے۔ اسی طرح بہت سے احکام ہیں جن میں اسلام نے اپنے متبعین کو رخصت دے کر اپنے وسعت و کشادگی کا واضح ثبوت دیا ہے۔

تخییر

تخییر: اسلام کی ایک اہم خصوصیت تخییر ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ باب احکام مین بندوں کو کسی ایک چیز کا پابند نہ بنایا جاے، بلکہ چند امکانی صورتیں بیان کر کے کسی بھی ایک صورت پر عمل سے بندے کو بری الذمہ کر دیا جاے۔ اسلام کی یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانوں کی حیثیت اور ان کے عزت وشرف کو اجاگر کر رہی ہے، کیوں کہ کسی حاکم کا اپنے ماتحتوں کو معاملات میں اختیار دینا ان کے معتمد اور محبوب ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ البتہ تخییر کی صورت میں کسی ایک کو اختیار کرنا دلچسپی سے خالی نہیں، ایسے مسئلوں میں ہمیں اپنے حسن انتخاب کا امتحان دینا ہوتا ہے، مثال کے طور پر کوئی ماہ رمضان میں بیمار ہو یا سفر کر رہا ہو تو اسے اختیار ہے چاہے تو حالت بیماری یا سفر ہی میں اسی دن روزہ رکھ لے یا پھر چاہے تو رمضان کے بعد کسی اور مہینے میں رکھ لے۔ اللہ تعالی نے اس خصوصیت کا ذکر کرتے فرمایا:

"فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ "
(البقرہ ١٨٤)

یعنی جو بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں ان روزوں کو پورا کرے ۔

لیکن اسی آیت کے اخیر میں حسن انتخاب کی ترغیب دیتے ہوے اللہ تعالی نے فرمایا:

" وَ اَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ "

اور اگر تم جاننے کی کوشش کرو تو روزہ ہی رکھنا تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

اسی طرح کفارہ یمین (قسم) کے سلسلے میں تین چیزوں میں اختیار دیا گیا(۱) دس مسکینوں کو کھانا کھلانا (۲) دس مسکین وں کو کپڑا پہنانا (۳) ایک غلام آزاد کرنا۔ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔قرآن نے اس کو یوں بیان کیا:

"یُؤَاخِذُکُمۡ بِمَا عَقَّدۡتُّمُ الۡاَیۡمٰنَ ۚ فَکَفَّارَتُہٗۤ اِطۡعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیۡنَ مِنۡ اَوۡسَطِ مَا تُطۡعِمُوۡنَ اَہۡلِیۡکُمۡ اَوۡ کِسۡوَتُہُمۡ اَوۡ تَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ "(المائدۃ ۸۹)

اللہ ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنھیں تم نے مضبوط کیا،جس کا کفارہ (قسم توڑنے کی صورت میں) دس مسکین کو کھانا کھلانا جیسا اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو،یا انھیں کپڑا پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے،اور اگر(ان اختیاری مسٔلوں کو) نہ کرسکو تو پھر (لازمی طور سے مسلسل) تین روزے رکھو۔

اسی طرح "سورہ توبہ" میں مصارف زکوۃ کے سلسلے میں آٹھ طرح کے افراد کا ذکر کیا گیا،اور یہ اختیار دیا گیا کہ چاہو توان میں سے کسی ایک ہی کو پورا زکوۃ دے دو،یا پھر تھوڑا تھوڑا سب کو دو،بہر صورت زکوۃ ادا ہو جائیگی۔عقد نکاح کے سلسلے میں بھی یہ اختیار دیا گیا کہ تم بیک وقت ایک سے لے کر چار عورتوں تک سے نکاح کرسکتے ہو البتہ چار سے زیادہ کی ہر گزاجازت نہیں۔اللہ تعالی نے اس اختیار کا ذکر کرتے فرمایا:

"فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ "
(النساء ۳)

نکاح کرو اپنی پسند کی عورتوں سے دو دو،تین تین،چار چار۔

اسی طرح روز مرہ کی زندگی میں بھی بہت سے اختیاری احکام ہیں،لہذا ہمیں ان اختیاری احکام میں بہترین حسن انتخاب کی مثال پیش کرکے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنی چاہیے،جیسے روزہ داروں کو اختیار ہے کہ کوئی بھی حلال چیز کھا کر افطار کرلیں،البتہ کھجور سے افطار کرنا حسن انتخاب کی بہترین مثال ہے۔اسی

طرح نماز کے لیے پہلی ہی صف کو اختیار کرنا وہ بھی داہنی جانب کا لطف ہی کچھ اور ہے۔

اسلام دین یسر ھے

مذہب اسلام کی آٹھویں خصوصیت یسر ہے یعنی کہ اس دین میں بہت سی آسانیاں ہیں، چناں چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ "(البقرة ١٨٥)

اللہ تعالیٰ تم پر آسانیاں چاہتا ہے، دشواری نہیں۔

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

"يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسٰنُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾"
(النساء ٢٨)

اللہ تعالیٰ تمھارے معاملات میں تخفیف کرنا چاہتا ہے، اور آدمی کمزور بنایا گیا ہے۔

یہ وصف اسلام کے تمام احکام میں آشکارہ ہے، اور کیوں نہ ہو جب کہ خالق ارض و سما اپنے بندوں پر بے پناہ مہربان اور رحم فرمانے والا ہے، اس نے جو بھی حکم دیا بندوں کے فائدے اور ان کے دنیوی و اخروی زندگی کی آسانی ہی کے لیے اور اسی طرح حضور رحمت عالم ﷺ نے بھی اپنے ہر قول و عمل سے اہل اسلام کو آسانیاں عطا کیں۔

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"ماخير رسول الله ﷺ بين امرين الا اختار ايسرهما"

(صحيح البخاری، ج٢، ص١٠٠٣، باب اقامة الحدود والانتقام)

حضور اقدس ﷺ کو جب بھی دو امروں میں اختیار دیا گیا، تو آپ نے آسانی کو اختیار فرمایا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواق عند کل صلوٰۃ"

(ترمذی،ص۱۲،ابواب الطھارۃ باب ماجاء فی السواك)

اگر میں اپنی امت کے لیے باعث مشقت نہ سمجھتا، تو ان پر ہر نماز کے وقت مسواک کو لازم قرار دے دیتا۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"یسروا و لا تعسروا"(صحیح بخاری کتاب العلم ،ص ۵۸)

لوگوں پر آسانی کرو سختی نہیں، خوش خبری سناؤ نفرت مت دلاؤ۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

" إن كان النبي ﷺ ليقوم ليصلي حتى ترم قدماه أو ساقاه. فيقال له فيقول أفلا أكون عبدا شكورا "(صحیح بخاری ج۱ ص۱۵۲)

حضور اقدس ﷺ کی عبادتوں کا حال یہ تھا کہ راتوں کو قیام کرتے اور پوری شب ذکر الٰہی میں مصروف رہتے، یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں ورم کر آتے اور ارشاد فرماتے کہ کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

لیکن امت کی آسانی اور رحمت کے خاطر عبادتوں میں تخفیف بھی کیا۔ نماز تراویح آپ کا "کاشانہ اقدس" میں ادا کرنا امت کو آسانی ہی فراہم کرنے کے لیے تھا۔

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"کان رسول اللہ ﷺ لیدع العمل و ھو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض علیھم"(صحیح بخاری ج۱ص ۱۵۲)

کبھی آپ بعض افعال کو بہتر سمجھتے تھے، لیکن امت کی آسانی کے لیے ان اعمال کو

نہیں کرتے تھے،اس خیال سے کہ ایسانہ ہوکہ اگرہم عبادت کریں توامت پرفرض ہوجائے۔

سنن ابی داؤد میں انھیں سے رویت ہے:

"بال رسول الله ﷺ فقام عمر خلفه بكوز من ماء فقال:ما هذا يا عمر! فقال ماء تتوضا به،فقال ما امرت كلما بلت ان اتوضا ولو فعلت فكان سنة "(ابوداؤد،ج۱،ص۷،کتاب الطهارة،باب الاستبراء)

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:"رسول اللہ ﷺ نے ایک روز استنجا سے فراغت حاصل کی،تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ایک کوزہ پانی لے کر کھڑے ہوئے کہ شاید آپ وضوکریں،کیوں کہ آپ ہر وقت باوضو رہنا پسند کرتے تھے ، حضور نے پوچھا:اے عمر!یہ کیا ہے ؟انھوں نے عرض کیا:آپ کے وضو کے واسطے پانی لایا ہو،تو آپ نے فرمایا:مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیاہے کہ جب جب استنجا کروں تو فوراوضوکروں،اگر میں ایسا کرتا تو امت پر پیروی لازم ہوجاتی۔

اس سے معلوم ہواکہ بعض امور حضور ﷺ کے نزدیک محبوب ہوتے تھے ،اور آپ ان افعال کو پسند فرماتے تھے،مگراس خیال سے ترک فرمادیتے کہ کہیں ایسانہ ہوکہ اگر میں ان افعال پر مداومت برتوں تو میری امت پراس کی ادائیگی لازم ہوجاے ۔اس طرح سے رسول اقدس ﷺ نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ خلق خداکوایک آسان دین، مذہب اسلام عطاکیا،جس میں رحمت وشفقت اورکشادگی ہے،جس میں عبادات کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب اورسہل نظام زندگی بھی عطاکی گئی ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ زیادہ ترلوگ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہیں،لیکن اس خیال سے کہ اسلام سے دور ہیں کہ اسلام بہت مشکل دین ہے،اس میں شراب نوشی،سود خوری،رشوت خوری،جوابازی، ناچ گانا،فلم بینی، عریانیت و بے پردگی اور مخلوط تعلیم و تجارت وغیرہ کی سخت ممانعت ہے،جب کہ دوسرے مذاہب میں اس پر کوئی روک ٹوک نہیں بلکہ بعض مذاہب اس کی اجازت دیتے ہیں۔

لیکن ایسا خیال رکھنے والے ذرا سوچیں کہ مذکورہ فیشن میں انسانوں کا کتنا نقصان اور خسارہ ہے۔ شراب نوشی نے لوگوں کو طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کر دیا، سود اور رشوت نے عام آدمی کی معیشت کو تباہ و برباد کر دیا ہے، ناچ گانے اور فلموں نے پوری انسانیت کو عریانیت و فحاشیت کا رسیا بنا دیا ہے، اجنبی مرد و عورت کے اختلاط اور ملنے جلنے نے نہ جانے کتنی لڑکیوں کی عصمت کو تا تار کر دیا ہے، اور بے پردگی نے عورتوں کو بازاروں کی رونق اور مردوں کا کھلونا بنا کر رکھ دیا ہے۔ کیا یہ تہذیب ہمارے لیے سود مند ہے؟؟؟ نہیں بلکہ اس تہذیب اور فیشن میں نقصان ہی نقصان ہے۔

مذہب اسلام نے ان امور سے منع کر کے لوگوں کو مشکلات میں نہیں ڈالا ہے ، بلکہ دنیا و آخرت میں کامیابی کی راہیں ہموار کی ہے۔

اسلام اعتدال اور وسطیت پر مبنی دین ہے

اعتدال اور وسطیت دین اسلام کی ایسی عظیم خوبی ہے جو اس کے ہر معاملہ اور حکم میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔ اعتدال اور وسطیت کا مطلب ہے: تمام احکام وامور میں ایسی درمیانی راہ اختیار کرنا جس میں نہ افراط ہو اور نہ ہی تفریط، یعنی نہ شدت ہو اور نہ حد سے زیادہ تساہلی اور کوتاہی۔

یہودیت و نصرانیت اور دنیا کے دگر مذاہب میں افراط و تفریط بہت زیادہ ہے، کسی نے صرف رہبانیت کی تعلیم دی، کسی نے قرب خدا کے لیے نکاح کو مانع قرار دیا تو کسی نے بیک وقت ایک ہی عورت کو چار چار شوہروں کی زوجیت میں رہنے کی اجازت دے دی، کسی نے مادرزاد برہنہ پن کو تصوف کا نام دیا غرض جتنے بھی ادیان ملیں گے کوئی بھی معاشرت انسانی کو افرط و تفریط سے پاک اصول و دستور نہیں دے سکتے۔ یہ صرف اور صرف اسلام کی خوبی ہے جس نے اعتدال اور وسطیت سے بھرپور ایسا دستور حیات عطا کیا ہے کہ اس کے ایک ایک حکم سے حکمت و دانائی کے سوتے پھوٹتے ہیں، اس کا کوئی بھی قانون فطرت انسانی کے مزاحم نہیں ہے، بلکہ انسانی زندگی اور عبادات و معاملات کے درمیان ایسا گہرا اور پر لطف ربط و تعلق پیدا کر دیا گیا ہے کہ جس پر یہ حقیقت آشکارہ ہو جاتی ہے، وہ اسلام کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اس خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوے اللہ تعالی فرماتا ہے:

"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا"(البقرة ١٤٣)

ہم نے تم کو درمیانہ پن اختیار کرنے والی امت بنایا، تاکہ تم دوسری امتوں کے حق میں گواہ بن سکو۔

امام طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوے اپنی کتاب تفسیر طبری میں لکھتے ہیں:

"وأرى أن الله تعالى ذكره إنما وصفهم بأنهم"وسَط"، لتوسطهم في الدين، فلا هُم أهل غُلوٍّ فيه، غلوَّ النصارى الذين غلوا بالترهب، وقولهم في عيسى ما قالوا فيه ولا هُم أهلُ تقصير فيه، تقصيرَ اليهود الذين بدَّلوا كتابَ الله، وقتلوا أنبياءَهم، وكذبوا على ربهم، وكفروا به؛ ولكنهم أهل توسط واعتدال فيه. فوصفهم الله بذلك، إذ كان أحبَّ الأمور إلى الله أوْسطُها."

میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالی نے اس امت کو امت وسط کا لقب اس لیے دیا ہے کہ وہ دین میں درمیانہ پن اختیار کرتے ہیں، نہ تو ان کے یہاں عسائیوں جیسا غلو ہے، جنہوں نے رہبانیت اختیار کی اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انتہاپسندی پر مبنی باتیں کہیں، اور نہ ہی ان میں یہودیوں جیسی کوتاہیوں اور مجرمانہ حرکتوں کا تصور ہے، جنھوں نے اللہ تعالی کی کتاب یعنی کہ توریت میں تبدیلی اور تحریف کر ڈالی، انبیا کرام علیہم السلام کا قتل کیا، اپنے رب پر جھوٹ باندھا، اور اس کے ساتھ کفر اختیار کیا، لیکن امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افراط و تفریط سے پاک درمیانہ پن اختیار کرنے والی امت ہے ، اور چوں کہ اللہ تعالی کو درمیانہ پن پسند ہے اس لیے اس نے انہیں امت وسط سے ملقب کیا۔

اسلام نے نہ صرف یہ کہ زندگی کے تمام شعبوں میں درمیانی راستہ اختیار کرنے کی دعوت دی ہے بلکہ غلو و تقصیر میں سے کسی ایک جانب جھک جانے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ سورہ فاتحہ کی آیتوں سے واضح ہے جن کو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کا

ہمیں واجبی حکم دیا گیا ہے، تاکہ نہ صرف یہ کہ ہم بغیر کسی افراط و تفریط کے ہمیشہ حق و اعتدال کی راہ پر گامزن رہیں، بلکہ اپنے رب سے اس کی توفیق کے طلبگار بھی رہیں۔ قرآن کہتا ہے:

"اِهۡدِنَا الصِّرٰطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ﴿۵﴾ صِرٰطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾" (الفاتحہ)

اے اللہ! ہمیں سیدھی راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تونے احسان کیا، ان کی راہ پر نہیں جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کی راہ پر۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں: "الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ" سے مراد یہودی ہیں، اور "الضَّآلِّیۡنَ" سے مراد نصاریٰ ہیں، اور ان دونوں قوموں کی کج روی اور بے راہ روی کا اندازہ امام طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ بیان سے ہوتا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالی کی کتاب بدل ڈالی، انبیا علیہم السلام کا ناحق قتل کیا، اپنے رب پر جھوٹ باندھا، اور اس کے ساتھ کفر اختیار کیا، اور عسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی تعلیم کو چھوڑ کر خواہشات نفس کی پیروی کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندگی بھر توحید کی دعوت دیتے رہے، لیکن ناخلف نصرانیوں نے تین تین خداؤں کی پرستش شروع کردی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا۔

یہود و نصاری کے افراط و تفرط کے برعکس ہمارے مذہب اسلام نے ہمیشہ درمیانی راہ کی طرف رہنمائی کی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" قارِبُوا و سَدِّدُوا "(ترمذی، باب فی سورۃ النساء) راہ راست پر جم جاؤ، اور میانہ روی اختیار کرو۔

چنانچہ میانہ روی اور اعتدال کا یہ ضابطہ ہمارے دین اسلام کے عقائد، اقوال واعمال، عبادات و معاملات بلکہ جملہ مسائل میں بدرجہ اتم موجود ہے، مثال کے طور پر عقیدے کے باب میں حد اعتدال کو بیان کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

" قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ"
(الکھف ۱۱۰)

اے محبوب تم فرماؤ: ظاہری صورت بشری میں، تو میں تم جیسا ہوں، مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی ہے۔

ذات رسول ﷺ اور ذات واجب الوجود کے درمیان مصطفی کی بشریت اور معبود کی وحدانیت کا واضح فرق بیان کرنے کے بعد قرآن نے مصطفی ﷺ کی تعظیم و تکریم کا اعلان عام کیا:

"اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۹﴾"(الفتح ۹)

اے محبوب! بیشک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر، خوش خبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا، تاکہ اے لوگوں تم اللہ و رسول پر ایمان لاؤ، اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو، اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

رسول اقدس ﷺ نے نصرانیوں جیسی غلو و انتہا پسندی پر مبنی مدح سرائی سے منع فرمایا ہے:

" لا تطروني كما أطري عيسى بن مريم وقولوا عبد الله ورسوله"(صحيح البخارى،ج۲،ص۱۰۰۹،باب رجم الحبلى من الزنى)

میری مدح سرائی میں غلو و انتہا پسندی سے کام نہ لو جیسا کہ نصاری عیسیٰ ابن مریم کی تعریف میں حد سے آگے بڑھ گئے، میں صرف ایک بندہ ہوں تو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔

اعتدال کی اسی کسوٹی پر عاشقان مصطفی ﷺ آپ کی حمد و ثنا کرتے رہے ہیں، اور انشاءاللہ جب تک فلک کے ستارے جھلملاتے رہیں گے اور پرندے شاخوں پر چہچہاتے رہیں گے تب تک مصطفی جان رحمت ﷺ کی مدح و ثنا ہوتی رہے گی،

لیکن نصرانیوں جیسی غلو اور انتہا پسندی نہیں ہو سکتی، کیوں کہ اسلام نے اس کے دروازے کو پہلے ہی بند کر دیا ہے۔

اسی طرح عبادات کے معاملے میں اگر دیکھیں تو اسلام نے کہیں بھی دنیا سے پورے طور سے ترک تعلق اختیار کرنے اور خود کو مشقت و ہلاکت میں ڈالنے کا حکم نہیں دیا ہے، بلکہ قرآن و احادیث میں جگہ جگہ درمیانی طریقہ اپنانے کی دعوت دی گئی ہے۔ سورۃ الجمعۃ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

"فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾"(الجمعه)

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ، اور اللہ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

صحیح بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے:

"حدثنا سعيد بن أبي مريم قال أخبرنا محمد بن جعفرقال أخبرني حميد ابن أبي حميد الطويل:أنه سمع أنس بن مالك رضي الله عنه يقول جاء ثلاث رهط إلى بيوت أزواج النبي ﷺ يسألون عن عبادة النبي ﷺ فلما أخبروا كأنهم تقالوها فقالوا أين نحن من النبي ﷺ ؟ قد غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر قال أحدهم أما أنا فإني أصلي الليل أبدا وقال آخر أنا أصوم الدهر ولا أفطر وقال آخر أنا أعتزل النساء فلا أتزوج أبدا فجاء رسول الله ﷺ اليهم فقال (أنتم الذين قلتم كذا وكذا ؟ أما والله أني لأخشاكم لله وأتقاكم له لكني أصوم وأفطر وأصلي وأرقد وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني) "(صحيح بخاری ج۲ كتاب النكاح ص۷۵۷)

حدیث کا خلاصہ: تین شخص رسول اللہ ﷺ کی کیفیت عبادت دریافت

کرنے کے واسطے نبی ﷺ کی ازواج کے پاس حاضر ہوے، ازواج مطہرات نے آپ کی کیفیت نماز بیان کردی، انھوں نے اس عبادت کے سامنے اپنی عبادتوں کو کم سمجھا، اور کہنے لگے: ہم کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا نسبت ہے، آپ کے سارے اگلے اور پچھلے گناہ بخشے ہوے ہیں، آپ کو زیادہ عبادت کی کیا ضرورت ہے، ان میں سے ایک نے کہا: میں تمام شب نماز ادا کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، اور تیسرے نے کہا: میں کبھی نکاح نہ کروں گا۔ رسول خدا ﷺ نے یہ تمام گفتگو سنی، اور فرمایا: قسم ہے خدا کی، میں تم سے زیادہ پرورد گار سے ڈرتا ہوں اور تقوی اختیار کرتا ہوں، لیکن میری کیفیت یہ ہے کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ترک بھی کرتا ہوں اور شب کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور نکاح بھی کرتا ہوں، تو جو شخص میری سنت سے نفرت کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ و حدیث پاک میں عبادت کے ساتھ ساتھ طلب معاش، طلب علم، گھر کے کام کاج، اہل و عیال کے حقوق کی ادائگی اور نکاح وغیرہ کا اختیار دے کر عبادات اور معاملات کے درمیان ایک توازن قائم کردیا گیا ہے، تاکہ انسان دین و دنیا دونوں میں کامیابیوں سے ہمکنار ہو، یہی اسلام کا اعتدال ہے۔

مذہب اسلام نے اگرچہ آخرت کو مطمح نظر اور مقصد حیات بنانے پر سعادت و کامرانی کا دارومدار رکھا ہے، لیکن اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ دنیوی زندگی کی بہتری کے لیے جائز طریقوں سے مال و اسباب کا حصول اور مباحات میں اس کا خرچ تمھارا فطری حق ہے۔

چناں چہ معاملات کے باب میں قرآن کہتا ہے:

"وَ ابۡتَغِ فِیۡمَاۤ اٰتٰىکَ اللّٰہُ الدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ وَ لَا تَنۡسَ نَصِیۡبَکَ مِنَ الدُّنۡیَا"(القصص ۷۷)

اور جو مال اللہ تعالی نے تمہیں دے رکھا ہے، اس سے آخرت کا گھر تلاش

کرو،اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھولو۔

مال کے خرچ کرنے،کھانے،پینے،حتیٰ کہ صدقہ و خیرات میں بھی حکم دیا گیا ہے کہ نہ فضول خرچی کرو اور نہ ہی کنجوسی،چنانچہ قرآن کہتا ہے:

"وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا"(الفرقان ٦٧)

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے آگے بڑھتے ہیں،اور نہ تنگی کرتے ہیں،اور ان دونوں کے درمیان اعتدال کی راہ پر رہتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذہب اسلام کی تعلیمات تمام تر اعتدال اور وسطیت پر مبنی ہے،چاہے ان کا تعلق قول و عمل سے ہو یا اخلاق و معاملات سے۔یہ عظیم و نمایاں خصوصیت اسلام ہی کی ہے،جس سے دنیا کے تمام ادیان و مذاہب عاری ہیں،اور یہ ان بیش بہا خصوصیات میں سے ایک ہے،جن کی وجہ سے دین اسلام کو دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کا واحد ذریعہ ہونے کا امتیاز حاصل ہے،لہذا ہمیں پورے طور سے اسلام کا پابند ہو جانا چاہیے،تاکہ ہماری زندگی اعتدال و میانہ روی پر گامزن ہو کر کامیاب ہو۔

اسلام میں
ہر انسان کی اپنی ضرورتوں کی تکمیل ہے

اسلام میں ہر انسان کی اپنی ضرورتوں کی تکمیل ہے: مذہب اسلام کی یہ ایک ایسی خوبی ہے کہ اگر لوگوں پر آشکارہ ہو جائے تو غیر اس کے گرویدہ ہو جائیں، اور اپنے ہمیشہ کے لیے پابند ہو جائیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسان اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے لیے جتنی بھی چیزیں چاہتا ہے وہ تمام کی تمام چیزیں اسلام میں موجود ہیں، البتہ اسلام نے جملہ آرزوں کی تکمیل کے لیے کامل ایمان، تقویٰ و پرہیز گاری کی شرط لگائی ہے۔ مثلاً:

❖ ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کے لیے عزت و وقار ہو، لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں، تو قرآن حصول عزت کا ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾"

(المنافقون ۸)

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے، مگر منافقین کو خبر نہیں۔

❖ ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کو دوسری قوموں پر غلبہ اور سربلندی حاصل ہو، تو قرآن اس خواہش کی تکمیل کا ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾"

(ال عمران ۱۳۹)

اور نہ سستی کرو نہ غم کھاؤ، تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

❖ ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کے پاس قوت وطاقت ہو، تو قرآن حصول طاقت کا ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ "(ھود ۵۲)

تم اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرو وہ تم پر بارش نازل کرے گا، اور بے پناہ قوت وطاقت دے گا۔

❖ اسی طرح ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کے پاس اولاد بھی ہو، اور مال ودولت بھی تو قرآن اس نعمت عظمی کے حصول کا ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ"(نوح ۱۲،۱۰)

تم اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرو، وہ تم پر بارش نازل کرے گا، اور مال ودولت وبیٹوں کے ذریعہ تمھاری مدد کرے گا۔

❖ اسی طرح ہر انسان چاہتا ہے کہ سارے لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے الفت و محبت ہو، تو قرآن لوگوں کے دلوں میں گھر بنانے کا ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾"

(مریم ۹۶)

بے شک جو ایمان لائے، اور نیک عمل کرے، عنقریب اللہ تعالی لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا۔

❖ اسی طرح ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ذہنی الجھن سے بالا تر ہو کر سکون کی زندگی گزارے تو قرآن ذہنی سکون اور اطمنان قلب کے حصول کا ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"مَنۡ عَمِلَ صٰلِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾" (النحل ۹۷)

جو بھی مسلمان مرد یا عورت نیک کام کرے تو ہم اسے اچھی زندگی دیں گے۔

❖ اسی طرح ہر انسان چاہتا ہے کہ مصیبت کے وقت اس کا کوئی معاون و مددگار ہو، تو قرآن کہتا ہے کہ مسلمان کبھی بے یار و مددگار نہیں ہوتا، کیونکہ ہمہ وقت اس کا رب اس کے ساتھ ہوتا ہے، ارشاد باری ہے:

" اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ "(النحل ۱۲۸)

بیشک اللہ متقی اور محسن بندوں کے ساتھ ہے۔ اور اللہ جس کے ساتھ ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

"وَ مَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا "(الطلاق ۲)

اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لیے نجات کی راہیں نکال دے گا۔ یعنی جب مصائب و آلام مومن کو ہر چہار جانب سے گھیر لیتے ہیں اور اسے چھٹکارے کی کوئی راہ نہیں نظر آتی، تو ایسے مشکل حالات میں بھی اللہ تعالی اس کے لیے نجات کی راہ اور مخرج نکال دیتا ہے۔

یہ تھے اسلام کے وہ امتیازی اوصاف و کمالات جو مذہب اسلام کو دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتے ہیں۔ مذہب اسلام کی ان خصوصیات کو جاننے کے بعد ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مسلمان ہونے پر فخر بھی کرے اور اللہ کا شکر بھی منائے۔ اور اللہ رب العزت کے اس فرمان کو ہمیشہ یادر کھے کہ:

"وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلٰمِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ "(ال عمران ۸۵)

جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا اس سے اس کا دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ خود بھی اسلام پر مضبوطی سے قائم رہے، اور دوسروں کو بھی اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کرتے رہیں۔

اخیر میں ہم اپنے معزز قارئن سے گزارش کرتے ہیں کہ اسلام کی ان امتیازی خصوصیتوں کو نہ صرف یہ کہ دوسروں کو بتائیں، بلکہ اپنے کردار و عمل سے بھی اس کا بہترین نمونہ پیش کریں، تاکہ مخلوق خدا دامن اسلام سے وابستہ ہو کر دنیا و آخرت میں کامیابیوں سے ہمکنار ہو۔ وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد ﷺ.

☆☆☆☆☆

اپیل

بحمدہ تعالی اس دینی تعلیمی ادارہ دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا میں ملک کے مختلف صوبوں کے طلبا تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں، غریب و نادار طلبا کے خورد و نوش اور ان کی کتابوں کا انتظام ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ان کی تعلیمی نگرانی کے ساتھ ساتھ اخلاقی اصلاح و تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے آپ کا محبوب مرکزی تعلیمی ادارہ دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا جس کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے اس کی بقا و ترقی و دوام واستحکام کا انحصار صرف مخیر و علم دوست حضرات کے مالی تعاون پر موقوف ہے لہذ آپ حضرات اپنے خصوصی تعاون سے امداد و اعانت فرمائیں، نیز تقریبا ایک کروڑ کی لاگت سے زیر تعمیر عظیم درسگاہ کا تعاون آپ کا دینی و ملی فریضہ ہے لہذا آپ حضرات تعاون فرما کر دارین کی سعادتوں سے سرفراز ہوں۔

اپیل

بحمدہ تعالی اس دینی تعلیمی ادارہ دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا میں ملک کے مختلف صوبوں کے طلبا تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں، غریب و نادار طلبا کے خورد و نوش اور ان کی کتابوں کا انتظام ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ان کی تعلیمی نگرانی کے ساتھ ساتھ اخلاقی اصلاح و تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے آپ کا محبوب مرکزی تعلیمی ادارہ دارالعلوم اہل سنت انوارالرضا جس کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے اس کی بقا و ترقی و دوام واستحکام کا انحصار صرف مخیر و علم دوست حضرات کے مالی تعاون پر موقوف ہے لہذ آپ حضرات اپنے خصوصی تعاون سے امداد و اعانت فرمائیں، نیز تقریبا ایک کروڑ کی لاگت سے زیر تعمیر عظیم درسگاہ کا تعاون آپ کا دینی و ملی فریضہ ہے لہذا آپ حضرات تعاون فرما کر دارین کی سعادتوں سے سرفراز ہوں۔